افغانستان میں تاجک مہاجرین

"تاجک بھائیوں کی مدد کر کے ہمیں خوشی ہو گی۔" ____ ایک عام افغان کا روّیہ

شمالی افغانستان کا چھوٹا سا گاؤں اسماعیل خیل ہر لحاظ سے پُر سکون ہے، اگرچہ اس غریب گاؤں میں صاف پانی، بجلی یا ایسی کوئی دوسری سہولت موجود نہیں۔ اس گاؤں نے سیکڑوں مہاجر تاجک خانوادوں کو سر چھپانے کی جگہ دی ہے۔ یہ خاندان صاف ستھرے اور کھلے کھلے مٹی گارے اور گھاس پھوس کے بنے ہوئے مکانوں میں زندگی گزار رہے ہیں۔

اس گاؤں میں مقامی باشندے بھی ہیں جو گیارہ بارہ سال کی مہاجرت کے بعد پاکستان سے واپس آئے ہیں۔ یہ دو مختلف قسم کے "نئے آنے والے" ایک دلچسپ تضاد کی کیفیت پیش کرتے ہیں۔ واپس آنے والے افغانوں کو کوئی مدد نہیں مل رہی، وہ محض گھر واپسی پر خوش و خرّم ہیں جہاں پہلے جیسی جنگ نہیں۔ تاجک مہاجروں کو، جو گزشتہ سال اور سالِ رواں کے آغاز کی خانہ جنگی میں بے گھر ہوئے اور مشکلات سے دوچار ہیں، کچھ امداد ملتی ہے مگر وہ اس گاؤں میں محسوس کرتے ہیں کہ وہ اپنے ہم وطن مہاجرین سے الگ تھلگ ہو گئے ہیں۔ ان کے ہم وطن نسبتاً زیادہ منظّم کیمپوں میں رہ رہے ہیں مگر حقیقتاً اسماعیل خیل کے تاجک خاندان، پچاس کلومیٹر کے فاصلے پر سخی کیمپ (مزار شریف) کے چودہ ہزار مہاجروں سے کہیں بہتر زندگی گزار رہے ہیں۔ ان کے عارضی گھروں کی چھتیں اگرچہ ٹپکتی ہیں مگر وہ خیموں کی نسبت زیادہ اچھے ہیں۔

اسماعیل خیل کے نئے باسیوں میں ایک ۴۱ سالہ عبدالصمد ہیں جو اپنی والدہ، اہلیہ اور جنگ کی تباہی اور غارت گری سے بچ جانے والے پانچ بچوں کے ساتھ دو کمروں کے گھر میں رہتے ہیں۔ ان کا گھر قالینوں سے مزیّن ہے جو وہ تاجکستان سے ترکِ سکونت کرتے ہوئے ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جناب عبدالصمد جنوبی تاجکستان کے ایک اجتماعی فارم میں بجلی کا کام کرتے تھے مگر اسماعیل خیل میں بجلی کی سہولت نہیں اور ان کی جیب میں پیسے بھی نہیں کہ لالٹین کے لیے مٹی کا تیل خرید سکیں۔ ان کی والدہ زینب شکایت کرتی ہیں کہ کئی روز سے ان کی صحت ٹھیک نہیں، وہ رات کو اطمینان سے سو نہیں سکتیں۔ جب وہ باتیں کر رہی تھیں تو اپنے گدے پر بیٹھی درد محسوس کرتے ہوئے اپنا پیٹ سہلا رہی تھیں۔ کنبے کی خوراک چاولوں اور چند سبزیوں تک محدود ہے۔ پانی پینے سے پہلے اُبالنا

ضروری ہے۔ کھانا پکانے کا واحد ذریعہ سوختنی لکڑی ہے جو کم ہی ملتی ہے اور بہت دور سے لانا پڑتی ہے۔

جب عبدالصمد کی ضعیف والدہ بلّی کے خوبصورت بچے کو غور سے دیکھ رہی ہوتی ہیں جسے وہ تاجکستان سے لائے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ دل ہی دل میں رو رہی ہیں۔ انہیں بار بار تاجکستان میں اپنا گھر یاد آتا ہے جسے چھوڑ کر وہ کوسوں دور اسماعیل خیل میں بیٹھی ہیں۔ وہ منہ ہی منہ میں کہتی ہیں۔ "تاجکستان میں ہمارے پاس وہ سب کچھ تھا، جس کی ہمیں ضرورت تھی۔ دودھ، دہی، سبزیاں اور گوشت۔ یہاں ہم دوسروں کی امداد پر رہ رہے ہیں۔ چاول ہمیں بطور امداد مل جاتے ہیں۔ گھر کے آٹھ افراد کے لیے سبزی دس بارہ کلومیٹر کے فاصلے سے لانا پڑتی ہے، بشرطیکہ جیب میں پیسے ہوں اور یہ پیسے تاجکستان سے لائے ہوئے قالین اور رضائیاں بیچ کر ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔"

زینب کی دس سالہ خوبصورت پوتی، نذیرہ اپنی بلّی سے کھیلتی ہے اور اسے گول مٹول بنے نیم خوابیدہ حالت میں دیکھ دیکھ کر مسکراتی ہے مگر اسے اپنا اسکول یاد آتا ہے۔ اسے سہیلیاں یاد آتی ہیں اور اپنی کتابیں جو تاجک زبان میں ہیں مگر روسی رسم الخط میں چھپی ہیں۔ زیادہ تر تاجک یہی رسم الخط جانتے ہیں، زیادہ پڑھے لکھے لوگ روسی رسم الخط کے ساتھ عربی میں قرآن پڑھ لیتے ہیں۔

جس احاطے میں جناب عبدالصمد رہ رہے ہیں، وہیں امیر محمد اور اس کا بھائی نور بلوچستان (پاکستان) میں گیارہ سالہ مہاجرت کے بعد اہلِ خانہ کے ساتھ واپس آئے ہیں۔ انہوں نے سوویت حملے کے پیشِ نظر افغانستان سے ہجرت کی تھی۔ ان کے ایک دوسرے بھائی نے کمیونسٹوں کے دورِ حکومت میں گیارہ سال جیل میں گزارے ہیں۔ امیر محمد اور نور واپس وطن آنے پر بہت خوش ہیں اور اپنے عزیز رشتہ داروں کے ساتھ رہائش اختیار کیے ہوئے ہیں تاوقتیکہ وہ رواں موسم گزرنے کے بعد اپنے گھر تعمیر نہ کر لیں۔ گاؤں کا بڑا حصہ افغان جنگ کے دوران میں تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ امیر محمد اور نور نے کھیتی باڑی شروع کر دی ہے۔ قریبی قصبہ تاشقرگان میں ان کے خاندان کی ایک دکان بھی ہے مگر کاروبار مندا ہے۔

امیر محمد اور اس کے بھائی کو پاکستان میں ہفتہ وار غذائی راشن ملتا تھا، بچے اسکول جاتے تھے اور انہیں علاج معالجہ کی سہولتیں حاصل تھیں۔ واپس افغانستان میں ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ دریا سے حاصل کیے جانے والا پانی صاف نہیں اور اسے ابال کر پینا پڑتا ہے جب کہ پاکستان میں واٹر پمپوں سے صاف پانی ملتا تھا۔ امیر محمد کے بقول انہیں "کنویں، پمپ اور ٹریکٹر درکار ہیں" اور یہی سارے افغانستان کی ضرورت ہے۔

مقامی آبادی کے لوگ اپنے ہمسایہ تاجک مہاجروں کے بارے میں کیا سوچتے ہیں؟ امیر محمد نے بتایا کہ "انہیں تاجک مہاجرین سے ہمدردی ہے کیونکہ وہ بھی ان ہی کی طرح کمیونزم سے جان بچانے

کے لیے وطن سے نکلے ہیں، اگرچہ ہمارے پاس بہت کچھ نہیں ہے تاہم تاجک مہاجرین کے لیے جو کچھ ہم کر سکتے ہیں، ہمیں کر کے بہت خوشی ہوگی۔ —" (بہ شکریہ ماہنامہ "ریفیوجیز" - جنیوا)

پوپ جان پال دوم کا دورۂ لیتھوینیا

پوپ جان پال دوم کو کیتھولک مسیحی دُنیا کی رہنمائی کا منصب سنبھالے سولہ برس ہو رہے ہیں۔ اس عرصے میں پوپ نے پہلے ۱۹۸۴ء اور پھر ۱۹۸۷ء میں سابق سوویت یونین کی بالٹک ریاستوں میں سے لیتھوونیا کے دورے کی خواہش کا اظہار کیا تھا مگر ہر دو بار ماسکو کے سابق حکمرانوں نے اُنہیں خوش آمدید کہنے سے معذرت کر دی تھی، تاہم ستمبر ۱۹۹۳ء کے وسط میں پوپ نے لیتھوونیا کی سرزمین پر قدم رکھا، مختلف ممالک کے دوروں میں زمین کو چومنے کی اپنی قائم کردہ روایت پر عمل کیا، اور جب جمہوریہ لیتھوونیا کے منتخب صدر نے، جو سابق کمیونسٹ ہیں، جھک کر پوپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا تو مبیّنہ طور پر پوپ مسرّت و شادمانی سے مسکرا رہے تھے۔

کیتھولک چرچ نے پوپ کے اِس دورے کے بارے میں کہہ رکھا تھا کہ پوپ اِس موقع پر نئے دور کے بارے میں، جو سوویت عہد کے خاتمے پر شروع ہو رہا ہے، اپنی سوچ کا اظہار کریں گے مگر "ٹائم" (نیویارک) کے کالم نگار کے بقول پوپ کے لیتھوونیا پہنچنے کے فوراً بعد یہ دورہ آرتھوڈوکس چرچ کے ساتھ مراسم کے حوالے سے ایک سفارتی مشن بن کر رہ گیا۔ روسی آرتھوڈوکس چرچ کا نمائندہ گورگی زیب لٹسیو Giorgi Zyablitsev بطریق الیکسی دوم کا پیغام خیر سگالی لے کر پہنچ گیا جو پوپ کے پورے دورے میں ساتھ ساتھ رہا۔ زیب لِٹسیو سر سے پیر تک اپنے سیاہ لباس کے باعث "سفید پوش" پوپ اور اُن کے ساتھیوں سے بالکل الگ تھلگ لگ رہا تھا۔ اِس صورت حال سے "کسی حد تک پوپ کے پریشان ذہن مگر خوش خوش ساتھیوں" نے یہ عندیہ لیا کہ اِس وقت جب پوپ ماسکو کے قریب تر ہیں، آرتھوڈوکس بطریق کیتھولک چرچ کے ساتھ اچھے روابط کے خواہش مند ہیں، حالانکہ دو سال پہلے جب الیکسی دوم کو کیتھولک بشپوں کی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی تو اُنہوں نے سرد مہری سے اِسے ٹھکرا دیا تھا۔

پوپ جان پال دورۂ ماسکو کی شدید خواہش رکھتے ہیں اور اس سلسلے میں اُنہیں بورس یلسن دعوت بھی دے چکے ہیں مگر ویٹیکن کی جانب سے ابھی تک اِس توقع میں دورے کے بارے میں کوئی اعلان جاری نہیں کیا جا رہا کہ آرتھوڈوکس چرچ اپنے خیر مقدمی رویے کا اظہار کر دے۔